رسالہ "فتوّتیہ" یا "فتوّت نامہ"

مؤلف: امیر سیّد علی ہمدانی، شاہ ہمدان • ترجمہ و تحشیہ:- ڈاکٹر محمّد ریاض

فتوّت یا جوانمردی کے آغاز، ارتقا اور انحطاط کا "خلاصۂ مطالب" اس سے قبل چھپ چکا۔[عہ] رسالہ "فتوتیہ" (فارسی) کا یہ اُردو ترجمہ اس موضوع کو مزید واضح کرنے کی خاطر پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ رسالہ مؤلف نے اپنے ایک شاگرد کی فرمائش پر لکھا اور جیسا کہ دائرۃ المعارف اسلامی کے مرتبین[1] اور فتوتِ اسلامی کے بارے میں تحقیق کرنے والوں[2] نے بجا طور پر اعتراف کیا ہے، یہ رسالہ شیخ سعدیؒ کے الفاظ میں "بقامت کہتر و بقیمت بہتر" کا مصداق ہے۔ اخلاق، تصوّف اور جوانمردی کے موضوع پر یہ ایک منفرد رسالہ ہے۔

رسالے کے مؤلف شاہ ہمدان[3] متوفی ۷۸۶ھ/۱۳۸۴ء ایک باخدا درویش، مبلغ دین، شریعت کو طریقت پر ترجیح دینے والے عالمِ دین تھے۔ ان کی ساری تالیفات میں دین و دنیا کے تقاضوں کو نباہنے کی تعلیم ملتی ہے۔ غرض وہ ایسے بزرگوں میں شامل تھے جن کے بارے میں جناب ڈاکٹر محمد صغیر حسن

عــہ ماہنامہ "فکر و نظر" اپریل، مئی ۱۹۷۰ء۔

۱ انگریزی یا فرانسیسی متن (لندن/لیڈن) جلد ۲ صفحہ ۹۶۷ ذیل "اخی - اخیت"۔

۲ ملاحظہ ہو "گروہ ہائے فتوت در کشورہائے اسلامی" کے عنوان کے تحت آنجہانی پروفیسر فرانتس تیشنر (م ۱۹۶۷ء) کا مقالہ، مجلہ دانشکدۂ ادبیات تہران، دی ماہ ۱۳۳۵ھ۔ش۔ ص ۹۳۔

۳ کشمیر اور اس کے نواح میں ان کی دینی خدمات کی طرف ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ:

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

معصومی صاحب نے لکھا ہے: "علماء، صوفیاء و محدثین قرونِ اولیٰ میں، بلکہ بعد کے قرون میں بھی کچھ جدا جدا افراد نہ تھے، نہ ان میں غیریت تھی بلکہ اکثر و بیشتر علماء ہی فقہاء بھی تھے، صوفیاء اور محدثین بھی"[۴] رسالہ فتوتیہ کی ساری تاویلات شاید جالبِ توجہ نہ ہوں، لیکن مؤلف کے ایک ایک لفظ سے خلوص ٹپکتا نظر آتا ہے۔

یہ رسالے کا تقریباً تحت اللفظ ترجمہ ہے؛ مؤلف نے اپنے عصری تقاضوں کے تحت، مرادفات و اسجاع زیادہ لکھے، مشائخ اور بزرگانِ تصوف کے القاب میں بھی انھوں نے تطویل سے کام لیا ہے۔ لہذا ان حصوں کے ترجمہ میں ہمیں کچھ تصرف کرنا پڑا ہے۔ مؤلف نے عربی عبارات کا فارسی ترجمہ پیش کیا تھا۔ ہم نے قرآن مجید کی آیات کے علاوہ، باقی عربی عبارات کا ترجمہ براہِ راست پیش کر دیا ہے۔ حواشی میں مؤلف کے مآخذ کی طرف اشارے کر دیئے گئے ہیں۔ (وما توفیقی الا باللّٰہ۔ (مترجم)

حمد و ثنا اُس صانعِ مطلق کے لئے سزاوار ہے جو ریاضِ موجودات کو عدم کے ظلمت کدے سے صحرائے وجود میں لے آیا، اور بوستانِ غیب کی کشت زار سے نسلِ انسانی کے نہال کو پیدا کر کے اسے برومند کر رہا ہے۔ اُس کے کرم سے انسان کے ظاہری حسن و جمال کو، ایمان و عرفان کے معنوی حسن سے بہرہ ملا۔ اُس کی مروت و بخشندگی کے خزانوں سے انسان اور دیگر مخلوقات بدونِ طلب مستفیض ہو رہے ہیں۔ "ونفخت فیہ من روحی"[۵] کے تقاضے سے، انسان کو جو روحانی صفات ملیں، ان میں جواں مردی کا جوہر بھی شامل تھا۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے ایثار و وفا نے اس جوہر کو خاص طور پر نمایاں کیا۔ "فتی یذکرھم یقال لہ ابراھیم"[۶] آپ ابوالفتیان ہیں۔ اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سیّد الفتیان ہیں۔ آپؐ ہی سرورِ کائنات، خلاصہ موجودات، فلکِ فتوت کے نیرّ اعظم، مسندِ رسالت کے سلطان، امامِ انبیاء اور قافلہ سالارِ اصفیاء ہیں۔ آپؐ، آپؐ کے اہلِ بیتؓ اور صحابہ کرامؓ پر درود و سلام ہو۔ مقامِ شکر ہے کہ "فاوحی الی عبدہٖ ما اوحی"[۷] کے مصداق کے بوستانِ مبارک میں جو نہالِ "جواں مردی" لگائے گئے، ساقیِ کوثر کے توسط سے ان کے اثمار ساری امت کو ملتے رہے ہیں۔

۴۔ ماہنامہ 'فکر و نظر' اپریل ۱۹۷۰ء صفحہ ۷۴۲۔

۵۔ قرآن مجید۔ الحجر: ۲۹، ص: ۷۲۔ ۶۔ الانبیاء: ۶۰۔ ۷۔ النجم: ۱۰۔

لفظ "اخی":

نظامِ "فتوت" کی اصطلاح "اخی" بہت پہلے سے لوگوں میں رائج رہی مگر کم ہی افراد اس کی اصل سے آگاہ ہوں گے۔ اکثر لوگ ایک دوسرے کو "اخی" پکارتے ہیں مگر یہ ہوا و ہوس کے بندے جلد ہی اختلافات میں اُلجھتے اور ایک دوسرے سے متنفر ہونے لگتے ہیں۔ تمہاری فرمائش پر، اس زمانے کے طرزِ تحریر کے مطابق، میں یہ رسالہ اسی خاطر لکھنے لگا ہوں کہ لوگ اخیت کی روح اور اخوت کی اہمیت کو سمجھ سکیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس موضوع کی نمایاں باتوں کا یہاں ذکر کر دیں گے۔

اربابِ طریقت نے لفظ "اخی" کو تین معانی و مراتب کے بیان کے لئے استعمال کیا ہے: عام لغوی، خاص یا اصطلاحی اور اخص معنی میں۔ لغت کی رو سے "اخی"، "میرے بھائی" کے معنی دیتا ہے۔ عام لوگوں کی نظر میں بھائی وہی ہیں جو ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے ہوں۔ عوام اگر دوسروں کو "بھائی" کہیں، تو اس کی حقیقت رسم یا تکیہ کلام سے زیادہ کچھ نہیں ہوتی۔ وہ انہیں غیر ہی جانتے ہیں۔ البتہ عالمانِ دین اور مومنینِ واقعی کے ہاں ایسے لوگ "برادرانِ دینی" کا حکم رکھتے ہیں۔ یہ حضرات قشرِ دین سے گزر کر مغز تک پہنچے ہوئے ہیں۔ کتاب اللہ اور سنتِ رسول ؐ سے استدلال کرنا ان کا کام ہے۔ ان کو علم ہے کہ "انما المومنون اخوۃ[۵]" کی حقیقت یہی ہے کہ برادرانِ دینی سے حقیقی بھائیوں کا سا سلوک کیا جائے اور یہ لوگ ایسا ہی کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر "اخی" کے تیسرے اصطلاحی و اخص معنی وہ ہیں جنہیں اربابِ قلوب اور سالکانِ راہِ باری نے اپنا رکھا ہے۔ ان کے نزدیک "اخی" وہ ہے جو اوصافِ فتوت کا حامل ہو۔ فتوت یا جوانمردی سالکوں کا ایک مقام اور ولایت کا ایک شعبہ ہے۔ اسی خاطر مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں "اخی" ایک مخصوص اصطلاح بن چکی ہے —

"مشائخ فتوت" اپنے جس شاگرد یا مرید میں باطن کی اصلاح و تطہیر کے آثار دیکھتے، اُسے "اخی" بنانے کی فکر کرتے ہیں۔ ایسے شخص کو ایک مخصوص لباس پہناتے ہیں جسے "خرقۂ فتوت" کہا جاتا ہے۔ "اخی" بننے کے امیدوار کے لئے لازم ہے کہ اُس میں سخاوت، عفت، امانت داری، شفقت، حلم، تواضع اور تقویٰ کی صفات جلوہ گر ہوں اور وہ عملی تربیت اور خدمت کے مراحل طے کر چکا ہو۔

---

۵ قرآن مجید۔ الحجرات: ۱۰۔

خرقۂ فتوت کی نمایاں علامتیں کلاہ اور شلوار (سراویل) ہیں۔ کلاہ احترام و وقار کی علامت اور شلوار عفت و پاکدامنی کی مظہر ہے۔ شلوار پوشی، ستر شرعی کا لازمہ بھی ہے۔ عبادات میں مرد کا ستر از ناف تا زانو ہے اور شلوار اس مقام کی ساتر ہے۔ مشہور ہے کہ ابو الفتیان حضرت ابراہیمؑ کو ستر پوشی کی خاطر تاکیدی وحی آئی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے دو شلواریں بنا رکھی تھیں، ایک کو دھلواتے، تو دوسری پہنتے تھے۔ اہلِ فتوت اُسی سنتِ خلیلیؑ پر عمل کرتے ہیں مگر یہ فتوت کی ظاہری صورت ہے۔ فتوت یا جواں مردی، درویشی اور مسلک ایثار کا ایک مقام اور دین و دنیا کے جملہ اُمور پر یکساں عمل کرنے کا نام ہے "اخیت" یہی ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی عالم و فاضل ہو، اگر اُس نے کسی اُستاد سے سند نہ لے رکھی ہو، تو وہ مجازِ فتویٰ نہیں اور اس کی بات کو کوئی اُس وقت تک نہیں مانے گا جب تک وہ کسی ثقہ اُستاد سے مستند نہ ہو، اور اُس کے علم و فضل کی نسبت سینہ بہ سینہ صحابہ کرامؓ، اور اُن حضراتؓ میں سے کسی کے ذریعے رسول اللہؐ سے مربوط نہ ہوتی ہو۔ درویش اور فتوت کا بھی یہی حال ہے۔ اگر کوئی شخص سو برس تک عبادت کرتا رہے، تو بھی اُسے کسی سلسلے سے منسوب ہونا ضروری ہے۔ پس فتوت دار یا اخی کے لئے ضروری ہے کہ وہ بزرگانِ فتوت کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے منسوب ہو، اور اس طرح حضرت رسالت مآبؐ سے نسبتی رابطہ پیدا کرنے کی آرزو رکھے۔ مگر تم پوچھو گے کہ یہ فتوت یا جواں مردی ہے کیا؟ اسے بزرگانِ فتوت کی تعریفات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرو۔

فتوت کی تعریف:

۱۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: جواں مردی یہ ہے کہ آدمی راہِ حق میں استقامت کرتے ہوئے اپنے نفس سے دشمنی برتے۔

۲۔ شیخ حارث بن اسد محاسبیؒ نے فرمایا: جواں مردی یہ ہے کہ تو دوسروں کا حقِ انصاف ادا کرے مگر اپنے حقِ انصاف کی قطعاً پروا نہ کرے۔

۳۔ شیخ فضیل عیاضؒ نے فرمایا: جواں مردی یہ ہے کہ مال و دولت کو راہِ خدا میں خرچ کرتے ہوئے تو مومن و کافر دونوں کی مدد کرے۔ خدائی بخشش کے نمونے سے استفادہ کرتے ہوئے مومن و کافر اور دوست و دشمن سب کو نوازنا چاہیئے۔

۴ ۔ شیخ ابوالقاسم جنید بغدادیؒ کا قول ہے: جواں مردی بخشش کرنے اور برائی سے بچنے کا نام ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ حسبِ استطاعت اپنے وجود کو خیر و احسان کا موجب بنایا جائے اور بُرے لوگوں کے ساتھ مل کر یا ان کی بدعملی کی جوابی کارروائی کے طور پر خراب کاموں میں ملوّث نہ ہوا جائے۔

۵ ۔ شیخ سہل بن عبداللہ تستریؒ کا قول ہے: جواں مردی، سنّتِ رسولؐ کے اتباع کا نام ہے۔ میرے عزیز اخی کو چاہیئے کہ وہ رسول اللہؐ کی ہر سنّت کی پیروی کرے اور سننِ عظام میں سے ایک "حقارتِ دنیا" بھی ہے۔ جو اخی دنیاوی مال و منال کے زخارف سے دل لگالے، وہ آدابِ جواں مردی کو نہیں نباہ سکے گا۔

۶ ۔ سلطان مشائخ، بایزید بسطامیؒ نے فرمایا: جواں مردی یہ ہے کہ تم دوسروں کو عزیز ترین چیزیں دو، اور انھیں معمولی جانو مگر دوسروں سے جو کچھ ادنیٰ سے ادنیٰ بھی ملے، اُسے اہمیت دو۔

۷ ۔ شیخ یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے فرمایا: جواں مردی کا ظاہر و باطن تین اوصاف ہیں ۔ حسن و عفت، فصاحت و امانت اور ثروت و وفا، ان چیزوں کو متغائر نہ سمجھا جائے اس کی وضاحت یہ ہے کہ ظاہری حسن و جمال حاصل ہو، تو بھی اسے باطنی اوصاف کا مظہر بنایا جائے اور عفت اختیار کی جائے۔ ظاہر و باطن کے حسن سے "حسن و عفت" غلباتِ روحانی کی علامت اور جمالِ ازلی کے انوار کا عکس نظر آنے لگیں گے۔ شاعر نے اس روحانی تجربے کے بارے میں خوب فرمایا ہے ؎

وکل جمیل حسنہ من جمالہا ۔۔۔ معار لہ بل حسن کل ملیحۃ[۱۰]

رسول اللہؐ کا یہ ارشاد مبارک کہ "اللہ تعالیٰ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے۔" ان ہی معانی پر شاہد ہے۔

---

۹ مولانا جلال الدین رومی (م ۶۷۲ ھ) نے فرمایا ہے ؎

چیست دنیا؟ از خدا غافل بُدن ۔۔۔ نے قماش و نقدہ و فرزند و زن

۱۰ یہ شعر ابن فارض مصری (م ۶۳۲ ھ) کا ہے۔ شاہ ہمدان نے شاعر کے خمریہ میمیہ قصیدہ کی شرح بھی لکھی ہے جس کا عنوان "مشارب الاذواق" ہے۔ (مترجم)

"امانت و بلاغت" میں سے ایک رسول اللہؐ کا لقب (امین) اور دوسرا آپؐ کا معجزہ تھا، فصاحت و بلاغت کی نعمتِ عظمیٰ کا تشکر ادا کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا تھا "میں عرب و عجم میں افصح ہوں"، فصاحت کی قوت سے خدمتِ دین انجام دینا "امانت" کا صحیح استعمال ہے۔ تیسری نعمت "مال" ہے۔ مال و دولت کے ہوتے ہوئے آدمی فکرِ معاش سے آزاد ہو کر عالم معاد کے زادِ راہ کے حصول کی طرف متوجہ ہوتا ہے بشرطیکہ اُسے اس نعمت کا احساس ہو۔ پس جس اخی کو مال و منال کی نعمت نصیب ہو، چاہیئے کہ اس سے دل نہ لگائے۔ اس کی برکت سے آخرت کا زادِ راہ تیار کرے اور اپنے برادرانِ دینی اور دوسرے عام بندگانِ خدا کی مدد کرے۔ یہی "وفا" ہے۔ خلاصہ یہ کہ صوری و معنوی جمال کو با عفت رکھے، فصاحت و بلاغت کی استعداد سے حق گوئی میں امتیاز پیدا کرے، اور مال و دولت کو داد و دہش کا سامان بنائے۔

۸۔ شیخ ابو حفص حدادؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس آیۂ مبارکہ میں آنحضرتؐ کو جواں مردی کی تعلیم دی ہے اور ہمیں بھی اس سے پوری رہنمائی حاصل کرنا چاہیئے کہ "خذ العفو و أمر بالعرف و اعرض عن الجاھلین"[۱۲] مقصد یہ کہ دوسروں کی تقصیر معاف کی جائے، بصیرت سے نصیحت کی جائے اور جاہلوں کی باتوں کا جواب جہالت سے نہ دیا جائے۔

۹۔ شیخ ابو علی دقاقؒ کا قول ہے: جواں مردی یہ ہے کہ تو لوگوں میں رہے مگر خود کو اجنبی جانے۔ یہ دین و دنیا کو برتنے کی تعلیم ہے۔ اخی کو چاہیئے کہ وہ لوگوں سے آمیز گار ہو، احسان و نیکی کا عملی نمونہ دے بلکہ تعلق باللہ سے غافل نہ ہو۔

۱۰۔ شیخ ابو الحسن احمد نوریؒ نے فرمایا: جواں مردی یہ ہے کہ مشکلات و موانع کا مقابلہ کیا جائے اور

---

[۱۱] یہاں جن یانزدہ گانہ اقوال کو نقل کیا گیا، ان کے مآخذ کسی قدر اختلاف اور پس و پیش کے ساتھ مندرجہ ذیل ہیں:۔ طبقات الصوفیہ السلمی ص ۱۱۸، اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید ص ۵۷، رسالۂ قشیریہ ص ۱۰۳-۱۰۴، تذکرۃ الاولیاء از عطار جلد اوّل ص ۲۲۸، کتاب الفتوۃ لابن المعار الحنبلی ص ۱۲ اور نفائس الفنون فی عرائس العیون جلد اوّل ص ۱۱۵۔

[۱۲] قرآن مجید۔ الاعراف: ۱۹۹۔

اس سلسلے میں اخی کسی کا شاکی نہ ہو۔ ہم ان دس بزرگوں[13] کی تعریف پر اکتفا کر رہے ہیں۔ دوسرے بزرگوں کی بیان کردہ تعریف کا ذکر بات کو طویل بنا دے گا۔ یہ سب تعریفیں صحیح ہیں اس لئے کہ ہر بزرگ نے جواں مردوں یا اخیان کی کسی نہ کسی صفت کو بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں جواں مردی کے معدن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ایک قول نقل کر دیا جائے۔ اس تعریف میں "اخی" کی جملہ صفات کا عکس موجود ہے کہ "جواں مردی کے چار ارکان ہیں۔ طاقت ہونے کے باوجود دوسروں کو معاف کر دینا، غصے میں تحمل برتنا، دشمن کا بھی بھلا چاہنا اور اپنی احتیاجات کے ہوتے ہوئے بھی دوسروں کی خاطر ایثار کرنا"

جواں مردی اور حقوق العباد:

مذکورہ تعریفات کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے کہ جواں مردی کے آداب و اوصاف بیشتر حقوق العباد سے مربوط ہیں اور اس لحاظ سے یہ عملی اخلاق کا مسلک بن جاتا ہے۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے "جب کوئی مومن اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت برآری فرماتا ہے" صحاح شریف میں ارشاد رسولؐ ہے "تمام مخلوق خدا تعالیٰ کا کنبہ ہے اور خدا کا محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچاتا ہو" پس ثابت ہوا کہ حقوق العباد ادا کرنے کی سخت تاکید ہے۔

گروہ ہائے انسانی[14]

میرے عزیز، دنیا میں دو طرح[15] کے لوگ ہیں؛ درگاہِ خداوندی کے مقبول اور راندۂ درگاہ۔ راندۂ درگاہ افراد اہلِ شقاوت اور اہلِ خسارت دو گروہوں پر مشتمل ہیں۔ اہلِ شقاوت (بدبخت)

---

[13] ملاحظہ ہو حاشیہ ۶۴ جس میں ان صوفیاء کے حالاتِ زندگی کے "ماخذ" مندرج ہیں (مترجم)

[14] گروہ ہائے انسانی کی یہ تقسیم کئی کتابوں میں مذکور ہے۔ سعادت و شقاوت کی بحث کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو: ہفتاد و سہ ملت (تہران) ص ۲۴ (مترجم)

[15] شاہ ہمدان اسی طرح دو دو کر کے مختلف گروہوں کا ذکر کرتے ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بعد میں ذکر کئے جانے والے گروہ کی شرح پہلے کرتے ہیں، اور پھر پہلے کی۔

وہ ہیں جن کے لئے تقدیر ازلی کے کاتب نے "ءا نذرتہم ام لم تنذرھم لایؤمنون"[16] کے مطابق ابدی حرمان و بدبختی کی مہر لگادی ہے۔ اپنی بداعمالی کی بنا پر ان کے قلوب زنگ آلود ہو چکے، اور آفتاب توحید کی ضیا پاشیوں سے ان کا ظلمت کدہ روشن نہیں ہو سکتا۔ یہ "کلا بل ران علی قلوبھم ماکانوا یکسبون"[17] کے مصداق ہیں۔ شرک و گمراہی نے انہیں کور باطن بنا دیا اور یہ بے بصیرت نورِ ایمان کو دیکھ نہیں سکتے کہ "فانھا لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب"[18]۔ "اہلِ شقاوت" طلبِ نجات سے بے رغبت اور اللہ کے الطاف و اکرام کی بارش سے بے نصیب ہیں، یہ ایسے مُردے ہیں جنہیں ابدی راحتوں والی دوسری حیات سے نومیدی ہے۔ ان کی شقاوت کی طرف قرآن مجید میں یوں ارشاد آیا ہے کہ "اموات غیر احیاء"[19] یہ کفار ہیں۔

"اہلِ خسارت" گمراہ افراد ہیں۔ انھوں نے نفسِ رحمانی کو حیوانی صفات کے ظلمت کدے میں محبوس کر رکھا ہے۔ بفحوائے "أرأیت من اتخذ الٰہہ ھوٰہ"[20] یہ ہوا و ہوس کے غلام ہیں جو روحانی انوار کے مکاشفات، عالمِ لاہوتی کی برکات اور جبروتی حقائق کے جواہر سے عاری ہیں۔ یہ لوگ آباؤ اجداد کی اندھی تقلید پر قانع ہیں کہ "انا وجدنا آباءنا علی امۃ"[21] اور یہ ان کی جہالت کی دلیل ہے "ذلک مبلغھم من العلم"[22]۔

جس پہلے گروہ۔ درگاہ خداوندی کے مقبول افراد کا ہم نے نام لیا تھا، اُس کی بھی دو قسمیں ہیں؛ اُبرار اور مقربین۔ "مقربین" وہ ہیں جو کوچۂ طریقت کے شاہسوار اور میدانِ حقیقت کے مرد ہیں۔ یہ مرکب زمان و مکان کے راکب اور توسنِ عقل کے سوار ہیں۔ انھوں نے ہوا و ہوس کے لشکروں کو شکست دے دی، شہوت کی منہ زوری کو کچل دیا، اور فنا فی اللہ سے باقی باللہ کی منزل میں جاگزیں ہو چکے ہیں۔ یہ سعادت مند "یحبھم"[23] کی جان فزا نسیم محبت سے لذت گیر ہیں۔ ان کا وجود فیوض و میامن کا مرکز ہے۔ ان مبارزانِ ہوا کی طرف سب کی توجہ ہے۔ عالمِ ملکوت کے ساکن بھی ان کے ریاضِ فیوض کی طرف

---

[16] قرآن مجید۔ البقرہ: ۶۔ [17] المطففین: ۱۴۔ [18] الحج: ۴۶۔
[19] النحل: ۲۱۔ [20] الفرقان: ۴۳۔ [21] زخرف: ۲۲۔
[22] النجم: ۳۰۔ [23] المائدہ: ۵۴۔

متوجہ ہیں۔ ایک شاعر نے گویا ان ہی کی صفات کو نظم کر دیا ہے ؎

ہر سحر کآتشِ دردم رہِ بالا گیرد　　ساق عرش و فلک و گنبد خضرا گیرد
سوزِ او مجلس و تسبیح ملک گرم کند　　نور او مملکت عالمِ بالا گیرد
گرچہ از عالم علوی ہمہ والا ست ملک　　ہمت عاشق بالاتر بالا گیرد
چہ خبر دارد ازین سوزِ تو ہر بے بصری؟　　صدقِ موسیٰؑ نہ عصا، بل یدِ بیضا گیرد
اے ملامت گرِ ما، باد مپیما، از آنک　　دیو و نیرنگِ تو ہیہات کہ دریا گیرد
آہ دردم چون ازین طارمِ مینا گذرد　　قوت و قوت ہمہ از نورِ تجلی گیرد
نہ بہ سجعِ طمعی، نزہتِ کوثر شنود　　نہ بہ دستِ طلبی، طرۂ طوبیٰ گیرد
خود روا کے بود آخر کہ بہ ہنگام ظفر[۲۴]　　دست مجنون بجز از دامن لیلیٰ گیرد

مگر "ابرار" بھی دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک گروہ کی توجہ حقوق العباد کی طرف ہے اور دوسرا گروہ عبادات و ریاضیات میں محو ہے (ذاکرین اللہ)۔ ذاکروں کی بھی دو جماعتیں ہیں۔ ایک جماعت "عرفا" کہلاتی ہے۔ یہ افرادِ سبحانی، شرابِ ازلی میں مست اور اسرارِ ملکوتی کے مطالعہ میں مستغرق ہیں۔ یہ والہانِ طریقت عبادات و ریاضیات میں اس طرح مصروف ہیں کہ دریائے وحدت میں غواصی کرتے اور اسرارِ لاہوتی کی جستجو میں ہمہ تن مجذوب نظر آتے ہیں۔ ان کی دوسری جماعت "زاہدین" کہلاتی ہے۔ یہ لوگ دنیوی مال و منال کے فتنوں سے ترساں اور جاہ و جلال کے زخارف سے گریزاں ہیں۔ یہ عالم علوی سے لو لگائے ہوئے لوگ ہیں جنہیں فقر و فاقہ میں گزر اوقات کرنے میں لذت ملتی ہے۔ یہ لوگ دیکھنے میں معمولی سہی، ان کے نفوس براق اور عواطف خانہ زاد ہیں ؎

آنہا کہ پا در رہِ مولیٰ نہادہ اند　　گام نخست بر سر دنیا نہادہ اند[۲۵]

۲۴؎ "ظفر" سے مراد کافی ظفر ہمدانی ہیں۔ وہ سلطان معین الدین ملک شاہ بن محمود بن محمد بن ملک شاہ کا معاصر رہا ہے۔ معین الدین ملک شاہ نے صرف دو سال حکومت کی ہے (۵۴۷-۵۴۸ھ)۔ ملاحظہ ہو: بزرگان و سخن سرایان ہمدان ج ۱ ص ۱۰۲ تا ۱۰۶۔

۲۵؎ یہ پانچ اشعار شیخ فرید الدین عطار (م ۶۱۸ھ) کی ایک معروف غزل میں سے ہیں۔ دیوانِ عطار (طبع سوم، تہران) ص ۲۵۰۔

آوردہ اند پشت برین آشیان دیو — پس چون فرشتہ رو، بعقبیٰ نہادہ اند
آن طوطیان رہ چو قدم برگرفتہ اند — "طوبیٰ لہم"[۲۶] کہ بر سرِ طوبیٰ نہادہ اند
زادِ رہ و ذخیرۂ این وادی مہیب — در طشت سر بریدہ چو یحییٰؑ[۲۷] نہادہ اند
اوّل بزیر پائے سگان خوار گشتہ اند — آخر چو باد، سر سوئے مولیٰ نہادہ اند

البتہ "ابرار" کی پہلی قسم ان افراد پر مشتمل ہے جو حقوق العباد ادا کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔ اسی گروہ کو فتیان، اخیان یا جوانمردوں کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے آرام و آسائش کی پروا نہیں کرتے۔ دوسروں کی خاطر ایثار کرنا اس گروہ کا شیوہ ہے۔ "اخی" کہلانے والے یہ افراد واجب عبادات کی ادائیگی کے بعد خلقِ خدا کو آسائشیں فراہم کرنے میں مصروف رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان کے یہ کام بھی داخلِ عبادت ہیں۔

عبادات کے اقسام اور درجات:

میرے عزیز، عقبیٰ کی سعادت اور درجاتِ عالی ان لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں جو عمر بھر ان کی خاطر کوشاں رہتے ہیں: "وان لیس للانسان الا ما سعیٰ"[۲۸]۔ عبادات، طاعات اور ریاضات کی جملہ صورتیں قلبی، بدنی یا مالی ہیں۔ قلبی طاعات و عبادات کی مثال توحید، توکل، صبر، شکر، تسلیم، تفویض، صدق، اخلاص، یقین اور محبت نیز معرفت کی معنویت سے لو لگانا ہے۔ صاحبانِ دل کو یہ سب مکاشفات

---

۲۶ قرآن مجید۔ الرعد: ۲۹۔

۲۷ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر قلم کئے جانے کی طرف اشارہ ہے۔ عطار نے منطق الطیر (ص ۳ تصحیح ڈاکٹر گوہرین) میں بھی فرمایا ہے ؎

بازیحییٰؑ را نگر در پیش جمع — زاد سر بریدہ در طشتی چو شمع

یہ قصہ اسرائیلیات میں مذکور ہے ملاحظہ ہو، حیات القلوب مجلسی ج ا ص ۲۷۶، اور مجلہ معارفِ اسلامی، تہران، شمارہ ا، شہریور ماہ ۱۳۴۵ھ۔ ش۔ قرآن مجید میں حضرت یحییٰؑ، حضرت عیسیٰؑ کے مبشر مذکور ہوئے ہیں۔ دیکھئے سورہ آلِ عمران، مریم اور الانبیاء۔ (مترجم)

۲۸ قرآن مجید۔ النجم: ۳۹۔

اور مشاہدات میسّر ہیں مگر ان کی خاطر قلب کے انجلا کی ضرورت پڑتی ہے۔ بدنی طاعات دو طرح کی ہیں، ایک کا تعلق رضائے باری کے حصول کی خاطر واجب عبادات کے انجام دینے سے ہے مثلاً نماز اور روزہ وغیرہ۔ دوسری قسم یہ ہے کہ مخلوقِ خداوندی کے رفاہ و آرام کی خاطر اپنے تن، من اور دھن کی پروا نہ کی جائے۔

میرے عزیز، عبادات فرض ہیں مگر ان کا حقیقی فائدہ "اربابِ قلوب" کو ہی ملتا ہے۔ غفلت شعار عبادات انجام دیتے نظر آتے ہیں مگر نماز اور روزے وغیرہ سے ان کے باطن پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ ان کی عبادات جسدِ بے روح کی مانند ہوتی ہیں مگر ان عبادات کی بنا پر ہی وہ زمرۂ مسلمین میں داخل ہیں اور ان کی حیثیت برادرانِ دینی کی ہے۔ معاشرہ کے اربابِ حل و عقد کا فرض ہے کہ ان کے جان و مال کی حفاظت کا بندوبست کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ تغافل پیشہ افراد، خصوصاً نشۂ دولت میں مستغرق لوگوں کی عبادات بے حضور و سرود ہی ہوتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ شیخ بشر بن حارث حافی رح نے اسی لئے فرمایا تھا، اکثر امراء کی عبادات گھورے کے سبزہ کی مانند ہیں۔ دور سے دیکھو تو درختوں اور سبزہ کی خاطر کھنچے چلے آؤ مگر قریب پہنچو تو وہاں کی بدبو سے دُور بھاگو۔ کہتے ہیں کہ حضرت داؤدؑ کو وحی آئی تھی، "اے داؤدؑ! غفلت مآب امراء سے کہہ دو کہ غفلت و لاپروائی کے عالم میں ہمیں یاد نہ کیا کریں۔ ہمارے ہاں ان ریا آمیز اور بے توجہ عبادات کا صلہ، نفرین کی صورت میں ملتا ہے اور بس"۔

میرے عزیز، نماز ادا کرو مگر اسے آسان نہ جانو[۲۹]۔ اس کی ظاہری صورت تو قیام، رکوع، سجدہ اور قعدہ ہے مگر اس کے حقائق و باطنی فوائد سے بہرہ مند ہونا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔

اہلِ دل کی "نماز"

باحضور نماز ان کی ہے جو نماز کی نیت کرتے وقت دنیا و مافیہا کے تفکرات سے آزاد ہو کر یکسوئی حاصل کئے ہوئے، وضو کرتے وقت رجوع الی اللہ سے بہرہ مند، کلّی کرنے میں ذکرِ الٰہی کی حلاوت سے لذت گیر، ناک میں پانی ڈالتے وقت ذمائمِ اخلاق مثلاً عُجب، غرور، حرص اور بخل وغیرہ کو دُور پھینکتے، معرفت کے آبِ حیات سے منہ اور توکل کے آبِ زلال سے کہنیاں دھوتے، کسرِ نفسی

---

۲۹ "سوائے ڈرنے والوں کے، دوسروں پر نماز گراں ہے۔" (قرآن مجید۔ البقرہ: ۴۵)

تواضع اور نرمی سے سر کا اور کلام الٰہی کا نغمۂ سروش سنتے ہوئے کان کا مسح کرتے، صدق و اخلاص کی راہ پر ثابت قدمی سے چلنے کی طلب و آرزو میں پاؤں دھوتے، کونین میں صدق و صفا و اخلاق برتنے کے جذبے کے ساتھ قیام کرتے اور کعبۃ اللہ کی طرف رُخ کرتے وقت دل کو کعبۂ حقیقی کی طرف موڑتے ہوئے پکارتے ہیں: 'انی ذاھب الیٰ ربی سیھدین'[۳۰]؛ وہ اللہ اکبر کہتے وقت کائنات کے ہر ذرہ کو آفتابِ کبریا سے مستنیر دیکھتے، سبحٰنک اللّٰھم کے ورد میں کونین کی ہر چیز کو تسبیح و تہلیل میں مصروف پاتے، 'لا الٰہ غیرک' میں انہیں عوارض و تعینات کے خس و خاشاک خاکستر بنے نظر آتے اور بسم اللہ پڑھنے میں انہیں عاشقانِ باری کے سرود سنائی دیتے ہیں۔ 'الحمد للہ' پڑھنے میں اُنہیں افضال و انعام باری کا فیضان ساری کائنات میں نظر آتا ہے۔ وہ کارکنانِ قضا و قدر کو 'رب العالمین' کے زیرِ فرمان اہلِ جہان کی خدمت میں مصروف دیکھتے اور دریائے رحمت کو گناہ گاروں کے گناہ دھوڈالنے میں موجزن مشاہدہ کرتے ہیں۔ "الرحمٰن الرحیم" کے سامنے اپنے وجودِ موہوم کو ہیچ سمجھتے اور دریائے وحدت کے ورطے میں غوطہ زن ہو کر "ملک یوم الدین" کی حقیقت سمجھتے ہیں۔ اُس وقت وہ حقیقی اقرار عبودیت کرتے، اور "ایاک نعبد" کے پختہ وعدہ پر کمر ہمت باندھتے ہیں۔ اس مشکل کام میں وہ استمداد کی خاطر "ایاک نستعین" پکارتے ہیں۔ یہ وہ نمازی ہیں جو عالمِ ملکوت کے پردوں پر نظر رکھتے ہوئے بھی "اھدنا الصراط المستقیم" پڑھتے اور گذشتہ سعادت مندوں کی راہ پر چلنے کی تمنا کرتے ہیں کہ "صراط الذین انعمت علیھم"۔ وہ نفس اور شیطان کے فتنوں اور کفر و ضلالت کی دست درازیوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں کہ "غیر المغضوب علیھم ولا الضالین"۔ اسی معنی خیز رقت اور خضوع و خشوع کے ساتھ وہ قرأت کرتے، التحیات، درود شریف اور دعائیں پڑھ کر نماز ادا کرتے ہیں[۳۱]۔ ایسی نماز برائیوں سے بچاتی اور ان تقویٰ شعار حضرات کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہے۔ میرے عزیز، ایسی نمازیں اتقیاء، عرفاء اور محققانِ دین کا خاصہ ہیں۔

۳۰؎ قرآن مجید۔ الصٰفّٰت: ۹۹۔

۳۱؎ یہاں تک مؤلف نے سارے ارکانِ نماز کو ادا کرنے اور اہلِ دل کی طرف سے اس عبارت سے خاطر خواہ روحانی فوائد حاصل کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ (مترجم)

ان حضرات کو فقراء الی اللہ کہتے ہیں۔ یہ رضائے خداوندی پر صابر و شاکر ہیں اور ارشادِ رسولؐ ہے :
راغب الی اللہ کی ایک رکعت نماز، مغرور امراء کی دائمی نمازوں سے زیادہ معنی خیز ہے۔ شاعر کی مثنوی میں[۳۲] ہے سے

پاک بازانے کہ درویش آمدند | ہر نفس در محو خود بیش آمدند
ہر کہ در سحر محبت بندہ شد | تا ابد ہم محرم و ہم زندہ شد
عالمے زیر و زبر گردد تمام | تا یکے اسرارِ دین گردد تمام
ہر کہ مستِ عالمِ عرفان بود | بر ہمہ خلقِ جہان سلطان بود
ملک این را دان و دولت این شمر | ذرۂ از عالمِ دین این شمر
گر شوی قانع بہ ملکِ این جہان | تا ابد ضائع بمانی جاودان
گر بیا بندے ملوکِ روزگار | ذوقِ یک شب زبحر بے کنار
جملہ در ماتم نشستندے و درد | روئے یکدیگر ندیدندے ز درد

میرے عزیز، اصفیاء و اولیاء کی عبادات اور ہیں اور عوام کی اور۔ تو بہر حال عبادات میں لگا رہ مگر "ابرار" کے پہلے گروہ میں شامل ہونے کی خاطر بندگانِ خدا کی مدد و اعانت کو بھی اپنا شیوہ بنا۔ اگر کوئی میدانِ ولایت کے شاہسواروں کا ساتھ نہ دے سکے تو "اصحابِ یمین[۳۳]" یعنی صاحبانِ فتوت میں شامل ہونے کی کوشش تو کرے۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری عام عبادات رنگ لائیں گی۔ تم انشاء اللہ اہلِ شقاوت و اہلِ خسارت سے جدا ہو جاؤ گے اور درکاتِ جہنم کی میزان سے نجات پا لو گے۔ میرے عزیز، "اصحابِ جوانمردی" میں شامل ہونے کی قدر کرو، اور فرصت کو غنیمت جانو کہ سے

۳۲؎ یہاں مثنوی سے شیخ عطار نیشاپوری کی مثنوی 'منطق الطیر' مراد ہے۔ شاہ ہمدان کو اس کتاب سے خاص ارادت تھی۔ انھوں نے اس کتاب کا ایک خلاصہ تیار کیا تھا 'اختیاراتِ منطق الطیر' جو اصل کا تقریباً ½ ہے اور اس کا ایک مخطوطہ تہران یونیورسٹی کے مرکزی کتب خانے میں موجود ہے۔ (مترجم)

۳۳؎ مستفاد از المدثر : ۳۷ - ۳۹ - قرآن مجید۔

بشتاب کہ راحت از جہان رفت | آہستہ مران کہ کاروان رفت
این صورت اژدھائے خونخوار | درگرد تو حلقہ ایست چون مار
گردن نگری بہ فرق و پایت | در حلقۂ اژدہاست جایت
بگذر ز جہان کہ اژدہا خوست | آن پیر زن است و اژدہا اوست
با خاک ترک مہر جوئی | گوئی کہ "بگوئم"ع و نگوئی
در حبس گہ جہانی آخر | رہ جوے، کہ راہ دانی آخر
بالائے فلک ولایتِ تست | ہستی ہمہ در حمایتِ تست
بر پایۂ قدر خویش، نہ پائے | تا بر سر آسمان کنی جائے
این رہ بہ وفا بسر توان کرد | جان زد بصفا بدر توان کرد
از سیل چو کوہ سر مگردان | سیلی خور و روے بر مگردان
خاکِ تو شدہ، جہانِ ہستی | چون خاک مکن جہان پرستی
دائم بتو بر جہان نماند | چیزے مپرست کآن نماند

دنیائے رنگا رنگ میں استحادِ مومناں:

میرے عزیز، دنیا اُس کاروان سرا کی مانند ہے جو صحرائے بے پایاں میں واقع ہو۔[34] آغازِ تکوین سے لے کر ابدالآباد تک انسانی قافلے اس کاروان سرائے میں آتے اور گذرتے جائیں گے۔ یوں کہو کہ یہ ایک امتحان گاہ[35] ہے جہاں لوگ زادِ راہ حاصل کرنے جمع ہوتے ہیں۔ کچھ سعادت مند سفر کا برگ و ساز تیار کر کے اور باقی بدبخت خالی ہاتھ ہی رخصت ہو جاتے ہیں۔ بے زادِ راہ مسافرانِ آخرت عذابِ الٰہی کے حصار میں گھرے رہتے ہیں۔ مسافرانِ صحرائے دنیا کی کیفیت بھی مختلف ہے۔

کچھ ظاہراً توانا مگر باطناً کمزور ہیں۔ بعض اس کے برعکس باطنی طور پر قوی ہیں مگر ظاہری لحاظ

ع یعنی "ترک بگوئم"۔

۳۴ ایسی ہی مثالیں امام غزالی (م ۵۰۵ھ) کی کیمیائے سعادت میں موجود ہیں۔

۳۵ مستفاد از: الملک آیہ دوم۔

سنے کمزور۔ کچھ ایسے ہیں کہ ظاہراً اور باطناً توانا ہیں یا اس کے برعکس۔ ذٰلک تقدیر العزیز العلیم۔[۳۶]
مخلوقات کے مراتبِ تخلیق بڑے حکمت آمیز ہیں۔ دنیائے رنگارنگ اور افراد کے صوری اور معنوی فرق میں بڑی حکمت یہ ہے کہ نظامِ کائنات چلتا رہے۔ لوگوں کو ایک دوسرے کا ممدّ و معاون بننے کی اسی خاطر تلقین کی گئی ہے۔ حدیثِ نبویؐ میں آیا ہے:

"مومن ایک عمارت کی اینٹوں کی مانند ہیں۔ ہر اینٹ دوسری کو سہارا دیتی ہے۔"

میرے عزیز، جو ایمان کا دعوے دار ہو، اُسے چاہیئے کہ دوسروں کی مدد کرے اور ان سے اشتراک و تعاون کرتا رہے۔ اپنے برادرانِ دینی کی مشکلات محسوس کرے اور ان کے بارِ تکالیف کو برداشت کرنے کی کوشش کرے، ایسے شخص نے "انما المؤمنون اخوۃ" کی ہدایت پر عمل کرنا شروع کر دیا ہے، اور جوان مردی یہی ہے سے

اے چون الف عاشقِ بالائے خویش ۔۔۔ الفِ تو با وحشت و سودائے خویش[۳۷]
فارغ ازین مرکزِ خورشید گرد ۔۔۔ غافل ازین دائرۂ لاجورد
بر سرِ کار آ، چرا خفتہ ای؟ ۔۔۔ کار چنان کن کہ پذیرفتہ ای
مست چہ خسپی کہ کمین کردہ اند ۔۔۔ کارشناسان نہ چنین کردہ اند
بارِ عنا کش نہ شبِ قیرگون ۔۔۔ ہر چہ عنا بیش، عنایت فزون
نا اہلِ نظر ہر کہ بجائے رسید ۔۔۔ بیشتر از راہِ عنائے رسید
تزلِ عنا، عافیتِ انبیاءست ۔۔۔ وانکہ ترا عافیت آید بلاست
از پے صاحب خبر آنست کار ۔۔۔ بے خبران را چہ غم از روزگار؟
صحبتِ نیکان ز جہان دور شد ۔۔۔ خوانِ عسل خانۂ زنبور شد
معرفت از آدمیان بردہ اند ۔۔۔ آدمیان را از میان بردہ اند
سایۂ کس، فرِ ہمائی نداد ۔۔۔ صحبتِ کس، بوئے وفائی نداد

---

[۳۶] قرآن مجید۔ الانعام: ۹۶ ۔ یٰس: ۳۸۔

[۳۷] یہ اشعار حکیم نظامی گنجوی (م تقریباً ۶۱۴ھ) کی مثنوی مخزن الاسرار سے ہیں۔

صحبتِ گیتی کہ تمنّا کند؟ با کہ کرد کہ با ما کند؟
ز آمدنِ مرگ شمارے بکن میرسدت دست، حصارے بکن

میرے عزیز، صوری توانائی کی نعمت کی مدد سے چاہیئے تھا کہ دعویدارانِ اسلام ابدی سعادت حاصل کرتے اور نجات کے طالب بنتے مگر اکثر تغافل شعار اور گمراہ ایسی قوتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ یہ لوگ نفسانی لذّات میں مگن رہتے اور نام ونمود کی خاطر وقت کا ضیاع کرتے ہیں۔ برادرانِ دینی کی انہیں پروا نہیں اور بے زادِ راہ سفرِ آخرت پر نکلتے ہیں؛ "یعلمون ظاھراً من الحیواۃ الدنیا وھم عن الآخرۃ ھم غافلون"[۳۸]۔ اور "نسوا اللہ فنسیھم"[۳۹] کے مصداق یہی لوگ ہیں۔ یہ ریاکار اور ظاہر پرست افراد چونکہ یادِ خدا سے غافل ہیں اسی لئے رحمتِ خداوندی سے محروم رہ کر جہنّم کے درکاتِ اسفل کا لقمہ بنیں گے۔

اوصافِ اخی یا فتیٰ:

میرے عزیز، سعادت مند افراد اپنی صلاحیتوں سے صحیح کام لیتے اور اپنے مقصدِ آفرینش کو پیشِ نظر رکھتے ہیں، یہ حقوق العباد کی خاطر مال تو خرچ کرتے ہی ہیں، ضرورت پڑنے پر جان کی بھی پروا نہیں کرتے کہ، "ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بانّ لھم الجنّۃ"[۴۰]، یہ افراد صاحبانِ خیر و برکت ہیں اور ان کا وجود عیال اللہ کے لئے سراپا رحمت ہے۔ غفلت شعاروں نے "انما المؤمنون اخوۃ" کے اسرار و رموز کو بھلا دیا تھا۔ اور یہ ان آداب کو دوبارہ زندہ کررہے ہیں۔ یہی ارباب الفتوۃ یا جواں مرد ہیں جو عام طور پر ایک دوسرے کو 'اخی' کہتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوچکا۔ 'اخی' کی خاطر ضروری ہے کہ وہ سلسلۂ فتوّت میں کسی سے بیعت ہو اور اپنی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے ملائے، ورنہ اس کا دعویٰ جواں مردی بے معنی ہوگا ؎

زین خرابی گر تو مے خواہی کہ آبادے شوی جہد کن تا بندۂ فرمانِ آزادے شوی[۴۱]
در دلِ پُر نورِ مردے جائے گیر و غم مخور کز دلِ شادانِ او ناگاہ دل شادے شوی

---

۳۸ قرآن مجید۔ الروم: ۷۔ ۳۹ التوبۃ: ۶۷۔ ۴۰ ایضاً: ۱۱۱۔

۴۱ یہ اشعار بظاہر مؤلف کے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ (مترجم)

حرفِ استادانِ عشق است اینکہ در بازارِ عشق　　چونکہ شاگردی کنی، ناگاہ استادے شوی
سینہ از اسرارِ استادان عشق آباد کن　　تا جہانِ عشق را ناگاہ بنیادے شوی
گرچہ ہستی درچہ ہمہ عالم کہنزادجہان　　در دبیرستانِ او باید کہ نوزادے شوی
بر لباطِ عاشقان چون کوہ ثابت کن قدم　　ورنہ اندر راہِ شان چوکاہ بربادے شوی

میرے عزیز، اخی وہ ہے جو مکارمِ اخلاق کا اس طرح حامل ہو کہ:

اس کے خصائل پسندیدہ ہوں، بوڑھوں کا احترام کرے، جوانوں کو نصیحت کرتا ہے۔ بچوں پر شفقت اور کمزوروں پر رحم کرے۔ دوستوں کے ساتھ بذل وسخاوت برتے، علمائے دین کا وقار ملحوظ رکھے، ظالموں سے عداوت برتے، فاسق وفاجر لوگوں کو کھری کھری سنائے۔ مخلوقِ خدا پر احسان و مروت کی بارش جاری رکھے، اور اپنی اس توفیق پر خدا کے آگے انکساری و عاجزی دکھائے۔ اخی دوسروں سے صلح برتے مگر اپنے نفس نیز ہوا و ہوس اور شیطان کے خلاف جنگ کرے۔ دشمنوں کے مقابلے میں بردبار، مصائب وآلام میں صابر، رحمتِ خداوندی کا امیدوار اور ہر حال میں شاکر ہو۔ اپنے عیوبِ نفس پر نظر رکھے اور دوسروں کے عیوب بیان کرنے سے ساکت رہے۔ دوسروں کے غم دیکھ کر اُسے رنج ہو، اور ان کی خوشی سے خوشی۔ وہ تقدیراتِ ازلی پر راضی ہو۔ بدعات فی الدّین سے بچے اور شریعت کے مسلّمات میں راسخ العقیدہ ہو۔ راہِ طریقت میں ثابت قدم اور بدنامی کے کاموں سے دور بھاگنے والا ہو۔ عذابِ الٰہی سے خائف اور نجات کا طالب ہو۔ اہلِ غفلت سے دور رہے الاّ یہ کہ ان کو نصیحت کرنا ہو۔ وہ اپنے احباب اور ہم نشینوں کو شفقت سے سمجھائے اور دوسروں کی دل آزاری سے محترز رہے۔ وہ اپنے سارے اعمال کا محاسبہ کرنے والا اور روزِ قیامت کی ہولناکیوں سے پناہ مانگنے والا ہو۔ خلاصہ "اخی" وہ ہے جو دینِ اسلام کی تعلیمات پر عامل اور اپنے اور دوسروں کے فائدے کا کام کرتا ہے؛ اُس کے کام ایسے ہوتے ہیں جن سے زندگی میں کامیابی اور بعد از مرگ دامنِ ایزدی میں باعزت پناہ ملے ؎

مرد باید تشنہ و بے خورد و خواب　　تشنۂ کو تا ابد نرسد بآب[۴۲]
ہر کہ زین شیوۂ سخن بوئے نیافت　　از طریقِ عاشقان موئے نیافت

---

[۴۲] یہ اشعار بھی شیخ عطار کی مثنوی منطق الطیر سے ہیں۔

بندہ را گر نیست زادِ راہ ہیچ — می نباید بہ ز اشک و آہ ہیچ
ہر کہ در دریائے اشکش حاصل است — گو بیا، کو در خور این منزل است
یارب اشک و آہ بسیاریم ہست — گر ندارم ہیچ، باہزیم ہست
اے ہمہ تو، ناگزیر من تو باش — اُوفتادم دستگیرِ من تو باش
ماندہ ام در حبس و زندان پابست — در چنین حبسم، کہ گیرد جز تو دست؟
گرچہ لبس آلودہ در راہِ آمدم — عفو کن کز حبس وز چاہ آمدم
باد در کف خاک درگاہ تو ام — بندہ و زندانی چاہِ تو ام
روئے آں دارم کہ نفروشی مرا — خلعتے از فضل در پوشی مرا
زین ہمہ آلودگی پاکم کنی — در مسلمانی فراخاکم کنی
یارب آن دم یاریم دہ یک نفس — کان دمم جز تو نباشد ہیچکس
در دم آخر خریداریم کن — یارِ بے یاران توئی، یاریم کن
چوں بخاک آرم، من سرگشتہ روئے — ہیچ باردیم میار از ہیچ سوے

عزیزِ من، یہ "اخی" یا "جوان مرد" کے چند اوصافِ حمیدہ ہیں جنہیں ہم نے مشائخِ طریقت سے سنا، اربابِ فتوّت کو ان پر عمل کرتے دیکھا اور خود بھی امکانی حد تک ان پر عمل کیا ہے۔ ہمارے نزدیک "اخیت" کے مہماتِ امور یہی ہیں اور ان کی صداقت کی خاطر ہم نے آیاتِ قرآن مجید، احادیثِ رسولؐ اور اقوالِ بزرگان سے استشہاد کیا ہے۔ اس مختصر رسالے کی خاطر یہی کافی ہے البتہ تتمّہ کے طور پر اپنے خرقۂ فتوّت کی نسبت کو بیان کر دوں:

یہ رسالہ میں نے اپنے عزیز "اخی" شیخ علی حاجی (بن طوطی علی شاہی[۴۳] ختلانی مرحوم) کی خاطر

۴۳ـ اخی طوطی علی شاہ، ختلان (موجودہ تاجیکستان، سوویت روس) کے ایک مخیر شخص تھے۔ شاہ ہمدانؒ ان ہی کی دعوت پر ختلان چلے گئے تھے۔ ان کا (مع خاندان کے دس دوسرے افراد کے) مزار بھی وہیں ہے۔ شیخ علی اخی شاہ ہمدان کے عزیز شاگرد تھے اور ان ہی کی زیرِ تربیت رہے ہیں۔ (مترجم)

لکھا ہے۔ خدا اس عزیز کو سعادتِ دارین نصیب کرے اور اسے لباس الفتوت کو کما حقہٗ پہننے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ میں نے لباس الفتوت کو اپنے مرشد شیخ ابوالمیامن محمد بن محمد اذکانی کے ہاتھوں پہنا، خدا ان کے انفاس سے مسلمانوں کو تادیر مستفید رکھے[۴۴]، اُن کے واسطہ سے میرے خرقۂ فتوت کی سند یہ ہے: شیخ محمد بن محمد اذکانی اسفرائینی، شیخ محمد بن جمال، شیخ نورالدین سالار، شیخ علی بن لالا غزنوی، شیخ ابوالجناب نجم الدین الکبریٰ خیوقی خوارزمی، شیخ اسماعیل قصری، شیخ محمد بن مالکیل، خادم الفقراء شیخ داؤد بن محمد، شیخ ابوالعباس بن ادریس، شیخ ابوالقاسم بن رمضان، شیخ ابویعقوب طبری، شیخ عبداللہ عمر بن عثمان، شیخ ابویعقوب نہرجوری، شیخ ابویعقوب سوسی، شیخ عبدالواحد بن زید اور حضرت کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہم[۴۶]۔ حضرت کمیل بن زیاد نے حضرت علی رضی اللہ عنہٗ سے خرقۂ فتوت پایا تھا اور حیدرِ کرارؓ نے اسے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا۔ نعت شریف[۴۵]

خواجۂ دنیا و دین، گنجِ وفا — صدر و بدرِ ہر دو عالم مصطفیٰؐ
آفتابِ شرع و دریائے یقین — نورِ عالم، رحمۃ للعالمینؐ
جانِ پاکان خاکِ جانِ پاکِ او — جان رہا کن، آفریں بر خاکِ او
خواجۂ کونین و سلطانِ ہمہ — آفتابِ جان و ایمانِ ہمہ

---

[۴۴] ان کا وصال ۷۷۸ یا ۷۷۹ھ میں ہوا ہے۔

[۴۵] اس خرقۂ فتوت اور متعلقہ بحثوں کے بارے میں ملاحظہ ہو: نفحات الانس من حضرات القدس (جامی) ص ۴۱۸-۴۱۹، روضات الجنان وجنات الجنان ج ۲، طرائق الحقائق ج ۲ ص ۸۳ اور الصلۃ بین التشیع والتصوف، الجزء الثانی ص ۱۳۳ وغیرہ۔

[۴۶] اس رسالے میں جن صوفیہ کا ذکر آیا، ان کے کسی قدر مفصل حالات کی خاطر ملاحظہ ہو: نفحات الانس من حضرات القدس، ارزش میراثِ صوفیہ، سرچشمہ تصوف در ایران، کشف المحجوب ہجویری، مصباح الکفایہ ومفتاح الهدایہ کاشانی، روضات الجنان وجنات الجنان، طرائق الحقائق (۳ جلد، از نائب الصدر) اور الاعلام زرکلی ج ۶ وغیرہ۔

ہر دو عالم بستۂ فتراکِ اوست　　عرش و کرسی قبلہ کردہ خاکِ اوست
پیشوائے این جہان و آن جہان　　مقتدائے آشکارا و نہان
سیّدیٔ از ہر چہ گویم بیش بود　　در ہمہ چیز از ہمہ در پیش بود
ہمچو شبنم آمدند از بحرِ جود　　ہر دو عالم از طفیلش در وجود
ہر دو عالم از وجودش نام یافت　　عرش نیز از نام او آرام یافت
اے زمین و آسمان، خاکِ درت　　عرش و کرسی خوشہ چینِ خرمنت
بر زبانم جز ثنائے تو مباد　　نقد جانم جز وفائے تو مباد
ز امتِ خویشم شمر، کین یک سخن　　می نمایم، ہر چہ می خواہی بکن
تا کہ جان داریم ما، تا زندہ ایم　　بندگانت را بہ صد جان بندہ ایم
بر در تو کم بضاعت آمدیم　　بر امید یک شفاعت آمدیم
ہست دریائے شفاعت پیشِ تو　　آمدیم با قحطِ طاعت پیشِ تو
تا ز دریائے شفاعت یکدمے　　بر لبِ خشکم چکانی شبنمے

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد و علیٰ آلہٖ و اصحابہ اجمعین۔ الحمد للّٰہ رب العلمین۔ انّ ربّی قریب مجیب[۴۷]۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ[۴۸]۔(تمت)

مآخذ جن کی مدد سے حواشی لکھے گئے ہیں:

۱۔ ارزش میراثِ صوفیہ، ڈاکٹر عبدالحسین زرین کوب، تہران ۴۴ ۱۳ ش۔
۲۔ الرسالۃ القشیریہ فی علم التصوف، ابو القاسم قشیری نیشاپوری مصر ۱۳۴۶ھ۔ق۔
۳۔ اسرار التوحید فی مقامات ابی سعید از محمد بن منوّر میہنی مصحّحہ ڈاکٹر صفا ۱۳۳۲ش، تہران۔
۴۔ الصلۃ بین التصوف والتشیع دو جلد ڈاکٹر کامل مصطفےٰ شیبی، بغداد ۶۳-۱۹۶۴ء۔

۴۷۔ قرآن مجید۔ ہود: ۶۵۔

۴۸۔ طٰہٰ: ۴۷ (شاہ ہمدان نے اکثر اپنی ہر کتاب / رسلے کا خاتمہ اسی آیت مبارکہ پر کیا ہے)۔

۵ - الاعلام (قاموس الاعلام) خیرالدین زرکلی، مصر ۱۳۷۳ھ - ق -
۶ - بزرگان و سخن سرایانِ ہمدان ج ۱ ڈاکٹر مہدی درخشان، ، تہران - ۱۳۴۱ ش -
۷ - حیات القلوب ج ۱ از محمد تقی مجلسی، تہران ۱۳۷۸ ق -
۸ - دیوانِ عطّار نیشاپوری طبع سوم مصححہ اُستاد سعید نفیسی مرحوم، تہران ۱۳۳۹ ش -
۹ - روضات الجنات و جنات الجنان دو جلد مؤلفہ حافظ کربلائی (م ۹۹۷ھ) مصححہ جعفر سلطان القرآئی، تہران ۱۳۴۴ ش - دوسری جلد جو طبع ہونے والی ہے راقم الحروف کے زیرِ مطالعہ رہی ہے -
۱۰ - سرچشمۂ تصوف در ایران، سعید نفیسی ۱۳۴۴ ش - تہران -
۱۱ - طبقات الصوفیہ سلمی مصححہ نورالدین سدیبہ، مصر ۱۳۷۲ ق -
۱۲ - طرائق الحقائق ۳ جلد از محمد معصوم علی شاہ نائب الصدر شیرازی، تصحیح از ڈاکٹر محمد جعفر محجوب، تہران ۱۳۳۹ - ۱۳۴۵ ش -
۱۳ - کشف المحجوب از شیخ ابوالحسن علی ہجویری غزنوی داتا گنج بخش، تہران ۱۳۳۶ ش -
۱۴ - مصباح الہدایہ و مفتاح الکفایہ از عزیز الدین محمود کاشانی مصححہ استاد جلال الدین ہمائی سنا، تہران -
۱۵ - منطق الطیر عطّار تصحیح از ڈاکٹر سید صادق گوہرین، تہران ۱۳۴۲ ش -
۱۶ - ہفتاد و سہ ملت (مؤلف نہ معلوم) تصحیح و مقدمہ از ڈاکٹر محمد جواد مشکور، تہران ۱۳۴۱ ش -

(مترجم)

❀ ❀ ❀ ❀ ❀